اجتماعی اجتہاد میں مقاصد شریعت اور قواعد کلیہ کا کردار

ڈاکٹر محمد اکرم رانا☆

اجتہاد کا مفہوم

لغوی طور پر اجتہاد کا مفہوم ہے کسی بات میں انتہائی جدوجہد کرنا اور اصطلاحی طور پر شرعی احکام کی معرفت حاصل کرنے یا جزئیات پر ان کو منطبق کرنے میں خالی الذہن ہو کر غور وفکر کی انتہائی طاقت صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔(۱)

اجتہاد کا ایک محتاط مفہوم یہ بھی ہے کہ قرآن کی کسی نص یا ماضی کی کسی نظیر کو جس کے اندر ایک قانون موجود ہو، سمجھنے کی کوشش کرنا اور اس کے اندر موجود قانون کو وسیع کرتے ہوئے یا محدود کرتے ہوئے یا کسی دوسری طرح سے اس میں ردوبدل کرتے ہوئے اس طرح سے تبدیل کرنا کہ ایک نئی صورتحال ایک نئے حل کے ذریعے اس کے دائرے میں سما جائے۔(۲)

اجتہاد، قرآن و حدیث کے بعد اسلامی قانون کا اہم ترین ماخذ ہے۔ بدلتی ہوئی زندگی اور ترقی پذیر معاشرے کی رہنمائی کا واحد ذریعہ ہے اور ہدایت الٰہی کی تکمیل کا اہم باب ہے۔ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اس کا دروازہ کھولا اور بے شمار مواقع پر اجتہاد کرکے اس کے نشیب و فراز سے واقف کرا دیا، تاکہ بعد کے لوگوں کے لئے اور باتوں کی طرح اس میں بھی آپ ﷺ کی زندگی نمونہ ثابت ہو۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

اجتماعی اجتہاد کا مفہوم

پیش آمدہ مسائل پر غور وفکر کرنا اور ان کا شرعی حل دریافت کرنا جب کسی منظم یا اجتماعی تحریک کی بدولت ہو گا وہ اجتماعی اجتہاد یا ادارتی اجتہاد کہلائے گا۔

قرآن حکیم سے اجتہاد کا ثبوت

ارشاد ربانی ہے:

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین(۳)

کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی جو دین میں فہم وبصیرت حاصل کرتی۔

حدیث نبویؐ سے اجتہاد کا ثبوت

معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا جا رہا تھا تو ان سے پوچھا گیا کہ اے معاذ: جب کوئی فیصلہ (مقدمہ) تمہارے پاس آئے تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پوچھا گیا: اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو! کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا: اگر رسول اللہ کی سنت میں نہ ہو تو؟ کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا۔(۴)

اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ دعا دی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ تو نے اپنے رسول ﷺ کے رسول کو جس چیز کی توفیق دی ہے اس سے اللہ کا رسول خوش ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر قرآن و حدیث میں صراحتاً حکم موجود نظر نہ آئے تو اجتہاد کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ابتداءً اجتہاد رائے کے ذریعے ہوتا تھا کیونکہ معاذ بن جبل کے الفاظ تھے ''أجتهد برأي'' میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

اسی رائے نے بعد میں قیاس اور اعتراض ہونے پر رائے کی جگہ قیاس نے اختیار کی۔ اس کے لئے استدلال اور استطباق کے لفظ بھی استعمال ہونے لگے۔ اگر جمہور فقہاء اور قانون کے ماہرین متفق ہوں تو یہی اجتہاد، اجماع کہلانے لگتا ہے۔ مگر جو قیاس کی قسم بن کر اصطلاح استعمال ہوئی وہ استحسان کہلائی۔ احناف نے قانون سازی میں اس سے مدد لی، امام شافعی نے اس اصطلاح کے خلاف 'ابطال الاستحسان' کے نام سے ''کتاب الام'' میں باقاعدہ مضمون باندھا۔

استحسان ایسی اصطلاح ہے کہ اس سے عوامی مفاد کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ خوبصورت مثال کے ذریعے اسے واضح کرتے ہیں کہ آج کل ہمارے ڈاکخانوں سے منی آرڈر بھیجا جاتا ہے۔ ڈاک خانے میں جو رقم ادا کی جاتی ہے امانت کا اصول ہے وہی رقم ادا کی جائے لیکن ایسا ممکن نہیں لہٰذا دوسری رقم اسے ادا کر دی جاتی ہے۔ اس طرح رقم ادا ہو جاتی ہے اور امانت کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے۔ یہی استحسان ہے۔(۵)

میکڈونلڈ استصلاح کو بھی استحسان کی قسم سمجھتے ہیں۔

"He finds no difference between the two terms Istihsan and Istislah."(6)

اجتہاد کی اہمیت حضرت عمر بن خطابؓ کے اس مکتوب سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ جن معاملات میں قرآن و سنت کی کوئی ہدایت موجود نہیں ہے اور وہ تمہارے دل میں کھٹکتے ہیں ان کے بارے میں خوب غور و فکر اور سمجھ بوجھ سے کام لو۔ ایسے نئے مسائل حل کرنے میں تم پہلے قرآن و سنت میں موجود ملتے جلتے مسائل اور اصولوں سے واقفیت حاصل کرو اور نئے مسائل پر ان کو قیاس کر لو۔ اس کے بعد جو حل تمہاری رائے میں اللہ کی مرضی سے قریب تر اور حق سے زیادہ مشابہ معلوم ہو اسے اختیار کر لو۔(۷)

اسی بات کو مدار بنا کر امام شافعی نے رائے کی تشریح اجتہاد سے کی ہے اور اجتہاد کی تشریح قیاس سے کی ہے اور فرمایا ہے''اجتہاد اور قیاس ایک ہی معنی کے دو نام ہیں۔''(۸)

صحابہ کرامؓ کے اجتہادات

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور میں بے شمار اجتہادات کیے۔ مثلاً مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کا حکم دیا، عورتوں کی طرح مردوں سے نکاح کرنے والوں کو جلا دینے کا حکم دیا وغیرہ۔ آپ غیر منصوص واقعات میں پوری وسعت کے ساتھ قیاس کو اختیار کرتے تھے اور اجماع کو شعار بناتے۔(۹)

حضرت عمر فاروقؓ کے اجتہادات

عہد فاروقی میں اجتہاد کی بنیاد جن اصولوں پر تھی ان میں درج ذیل نمایاں ہیں:

۱۔ مشقت اور تنگی کو دور کیا جاتا۔

۲۔ دو چیزوں کے درمیان جو بات آسان ہوتی اسے اختیار کیا جاتا۔

۳۔ مصلحت کے ذریعے حکم کی تعلیم کی جاتی۔

۴۔ سدّ ذرائع کا اصول اختیار کیا جاتا۔

۵۔ دفع مفاسد کے اصول پر کاربند ہوتے۔

۶۔ بعض احکامات پر علت نہ پائے جانے، یا بعض شرائط کے مفقود ہونے کی وجہ سے (خاص واقعات و حالات میں) عمل درآمد روک دیا جاتا۔

آپ کے اجتہاد میں حضرت ابوبکرؓ کی امامت پر خلافت کو قیاس کرنا، سواد کی اراضی کا تمام مسلمانوں کی مصلحت کی خاطر وقف کرنا، چوری کی سزا پر حکم موقوف کرنا، مولفۃ القلوب کے حصے کو روکنا، جلاوطنی کی سزا کو ترک کرنا، امہات الاولاد کی فروخت کا خاتمہ کرنا، تدوین قرآن پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آمادہ کرنا، شراب کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر کرنا، ایک مجلس کی طلاق کو تین طلاقیں قرار دینا نہایت اہم ہیں۔(۱۰)

ان اجتہادات کی اولیات عمرؓ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے اجتہادات

حضرت عثمان غنیؓ نے شیخین کے اجتہادات کو جاری رکھا۔ تاہم موسم حج میں منیٰ میں بجائے دو رکعت قصر کے چار رکعت پڑھی۔ (چونکہ انہوں نے مکہ میں نکاح کیا تھا اس لئے منیٰ کو مکہ کی حدود میں خیال کرتے ہوئے شاید ایسا کیا) آپ کا سب سے بڑا اجتہاد امت مسلمہ کو قرآن مجید کی ایک قرأت پر جمع کرنا ہے۔ جس کی بنا پر آپ جامع القرآن کہلائے۔

حضرت علیؓ کے اجتہادات

حضرت علیؓ اپنے دور کے مجتہد اعظم تھے۔ قرآن کے حوالے سے ان کا قول بڑا مشہور ہے ''مجھے ہر آیت کے بارے میں معلوم ہے کہ کس بارے میں نازل ہوئی اور کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔''(۱۱)

حضرت علیؓ اجتہاد میں مقاصد شریعت کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاس، استصحاب حال، استحسان اور استصلام سے کام لیتے۔ شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر کرنا، ایک جماعت کے قتل میں پوری جماعت کا قتل کرنا، جن لوگوں نے آپ کو معبود کہا ان کو اصول استحسان کی رو سے زندہ جلانا آپ کی اجتہادی کوششوں کی چند مثالیں ہیں۔(۱۲)

دیگر صحابہؓ کے فتاویٰ و اجتہادی فیصلے بھی کتاب، حدیث اور اجماع و قیاس کی بدولت عمل میں آئے۔ امام الحرمین جوینی کہتے ہیں: ''صحابہ کرامؓ تقریباً ایک صدی تک مسائل میں قیاس کرتے رہے، واقعات آئے دن پیش آتے اور یہ حضرات ان واقعات کے بارے میں احکام شرعیہ کی تحقیق کرتے اور پیش آمدہ مسائل پر ''کفیما اتفق'' اور اصول و قواعد کی رعایت کے بغیر احکام جاری نہیں کرتے تھے۔(۱۳)

تابعین اور فقہاء کے اجتہادات

تابعین کا دور تقریباً ۱۰۰ ھ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اگرچہ اکثر تابعین جو فقہ و فتوی کی صلاحیت رکھتے تھے موالی یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ عبید اللہ نخعی کا قول ہے کہ نئے واقعات

کو جو میرے سامنے آتے ہیں انہیں میں سنے ہوئے احکام پر قیاس کر لیتا ہوں۔ (۱۴)
تابعین اور تبع تابعین میں سے بے شمار حضرات نے اجتہادات کئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی یہ رائے ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نے اپنے اپنے پیشرو تابعین کے اقوال پر عمل کیا اور شاذ و نادر ہی ان کی آراء سے تجاوز کیا۔(۱۵) لیکن طہ جابر العلوانی کہتے ہیں: ''شاہ ولی اللہ کی اس بات سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔ اہل مدینہ کا امام مالک کا عمل اختیار کرنے کا اصول، امام ابو حنیفہؒ کا استحسان اور عرف کے اصول کو اختیار فرمانا اور قبولیت حدیث کے لئے چند شرائط لگانا ثابت کرتا ہے کہ ان کی آراء اپنے پیشرؤں سے مختلف تھیں۔'' (۱۶)

یہ دو مکتبہ فکر بالترتیب اہل الرائے (Hanafis, Iraqis, Kufians) اور اہل الحدیث، (Traditionaists, Hajazis, Malikis) کہلائے ۔ اہل الرائے پر جن مسائل میں مخالفت کی سخت قدغن لگائی گئی ہے ان مسائل میں ان کا عذر یہ ہے کہ یا تو انہیں حدیث پہنچی نہیں یا راوی ضعیف تھا اس لئے حدیث پر اعتماد نہیں کیا گیا یا کوئی حدیث معارض موجود اور ثابت تھی۔ تاہم اہل الحدیث ، اہل الرائے کے ساتھ اس بات پر متفق تھے کہ جہاں نص موجود نہ ہو وہاں قیاس (رائے) کا سہارا بہت ضروری ہے۔

امام شافعیؒ

ان دو مسالک کے مابین ایک تیسری رائے امام شافعی کی ہے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اہل الحدیث منقطع پر عمل کرتے ہیں اور حدیث مرسل پر مطلقاً عمل کرتے ہیں کہ امام مالکؒ بعض اوقات صحیح احادیث کو ترک کر کے کسی صحابی یا کسی تابعی کا یا اپنا قیاس اختیار کرتے ہیں۔ بہت سے مسائل میں وہ اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا ہے اور اکثر اہل مدینہ کے اجماع کو بھی حجت مانتے ہیں اس پر انہوں نے استنباط فقہی کے اصول جمع کئے۔ قواعد کی شیرازہ بندی کی۔ فقہ کو قواعد فقہیہ سے عملی تطبیق کا نام دیا۔ عموم و خصوص کی پہچان پیدا کی۔ اصول فقہ پر ایک الرسالہ لکھ کر نئی فقہ تیار کی۔ اس طرح آپ

اہل الرائے اور اہل الحدیث سے ممتاز ہو گئے۔ تاہم تمام مستشرقین آپ کو امام الحدیث کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔(۱۷)

شاطبی اور اجتہاد

اصول فقہ کی کتابوں میں اجتہاد کے حوالے سے جو مباحث ملتے ہیں ان میں اہل اصول اجتہاد، اس کی شرائط اور اقسام کی وضاحت کرتے ہیں۔ شاطبی پہلے اصولی ہیں جنہوں نے اجتہاد کو فکری عمل کا نام دیا اور کہا کہ یہ دو ستونوں پر قائم ہے۔

۱۔ عربی زبان کے قواعد اور اسالیب تعبیر کی مکمل معرفت حاصل کرنا۔

۲۔ شارع کے مقاصد کی معرفت حاصل کرنا۔(۱۸)

رسول اللہؐ، صحابہ کرامؓ، تابعین، فقہاء کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اجتہاد کئے اور لوگوں کو رہنمائی فراہم کی اسی راستے پر چلتے ہوئے فقہاء نے اس ضمن میں اتنا کام کیا کہ بعض کے نزدیک اجتہاد کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہے؟

علامہ اقبالؒ نے اجتہاد کو Principle of Movement کہا ہے اور یہ امر ہر ذی علم پر واضح ہے کہ نئے نئے مسائل کا پیش آنا ناگزیر ہے ایسے میں اجتہاد کا دروازہ کیسے بند ہو سکتا ہے؟ یہ تو مسائل کو سلجھانے اور حل کرنے کا ایک طریقہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔

دراصل ہوا یوں کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے علمائے مذاہب اربعہ نے اس زمانے کے احوال کے پیش نظر یہ ضروری سمجھا کہ اجتہاد کی اہمیت کے لئے جن اعلیٰ صفات، شرعی بصیرت اور رسوخ علمی کی ضرورت ہوتی ہے، اب علماء میں اس کا فقدان ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عوامی شعور میں بھی انحطاط ہو گیا ہے۔ جس سے وہ اہل اور نااہل میں تمیز نہ کر سکتے تھے۔ علماء نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ مبادا جاہل اور ہوا پرست لوگ مسند اجتہاد کو سجانے

لگیں اور اسلامی فقہ کی عظیم عمارت کو نقصان پہنچے۔ لہٰذا انہوں نے پیش بندی کے طور پر کہا کہ اس ضمن میں جتنا کام اب تک ہو چکا ہے فی الحال وہی کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ مقصد نہ تھا کہ اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جائے۔ نہ انہوں نے ایسا کیا اور نہ انہیں ایسا کرنے کا اختیار تھا۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا اور علمی ذخیرہ تباہ کیا تو اجتہاد موقوف کر دیا گیا۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اس نے ہر دور کے تقاضوں کا ساتھ دینا ہے ورنہ تو مستشرقین کا یہ الزام ثابت ہو جائے گا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو جامد اور غیر متحرک ہے یہ جدید دور کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ان کے بقول مسلمان ہر کام کر سکتا ہے مگر ترقی نہیں۔ موجودہ دور میں اردن، انڈونیشیا، پاکستان، تیونس ، الجزائر، سعودی عرب، لبنان، مصر، موریطانیہ، نائجیریا اور ہندوستان کے علماء متحرک ہیں۔ انہوں نے بے شمار عصری مسائل پر فتاویٰ دیئے ہیں جس سے تحقیق کے دروازہ کو کھلا رکھنے میں بہت حد تک مدد مل رہی ہے تاہم کچھ مسائل ایسے ہیں جہاں اجتہاد ہوا ہے یا ہو سکتا ہے یا مزید کچھ کیا جا سکتا ہے۔ آج کے مسائل کے حل میں اجتماعی اور اداراتی اجتہاد (Collective and Institutionalized Ijtihad) کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مسلم معاشرے اجتماعی مسائل کو حل کرنے میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ان میں سود اور انشورنس کے علاوہ جدید ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجہ میں سامنے آنے والے مسائل کا سامنا ہے، جن میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی، کلوننگ اور اعضاء کی فروخت چند مثالیں ہیں۔ اسی طرح معاشی میدان میں اسلامی بنکاری، کاغذی زر کی شرعی حیثیت، آزاد مارکیٹ اور عالمی تناظر میں تہذیبوں کی کش مکش کے نظریہ، مغرب کے طرزِ زندگی، امت مسلمہ اور عالمگیریت جیسے مسائل پر قلم اٹھانا ازحد ضروری ہے۔

موجودہ دور کے اجتہادات

ا۔ انشورنس اور اس کی مختلف حالتیں

انشورنس (بیمہ) ایک مختلف فیہ مسئلہ بن چکا ہے۔ اگرچہ بے شمار فقہاء اور علماء اسے جائز تصور نہیں کرتے۔ انہوں نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے اسے استصلاحاً ، اباحتاً اور ضرورتاً تسلیم نہیں کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اس میں بیع غرر، قمار اور سود کا شائبہ ہے۔ جبکہ کچھ علماء اسے جائز تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقا اس سلسلے میں کہتے ہیں: ''جہاں کہیں انشورنس کمپنیاں ایسی شرائط عائد کرتی ہیں جنہیں اسلامی شریعت تسلیم نہیں کرتی اور استحصال ہوتا ہے تو وہاں لوگوں کی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس کا علاج کیا جائے نہ کہ انشورنش کو حرام ہی کر دیا جائے۔''(۱۹)

۲۔ ضبط تولید

علماء کی متفقہ رائے ہے کہ خاص حالات میں اگر یقینی ضرر کا خطرہ ہو مثلاً کسی عورت کے ہاں معتاد طریقہ پر (Normal Delivery) ولادت نہیں ہو رہی اور آپریشن ہی کے ذریعہ بچہ کو نکالنا ممکن ہو تو استقرار حمل کو روکنے یا اسے مؤخر کرنے والے اسباب اختیار کرنا جائز ہے۔ اس طرح اگر ماں کی جان کو یقینی خطرہ ہو تو ایسی صورت میں منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا ہی متعین ہو جاتا ہے

۳۔ رویت ہلال میں وحدت

اسلامی تقویم کی بنیاد چاند ہے۔ چاند کے سلسلہ میں دو حسابات ہیں۔

ا۔ فلکیاتی حساب

۲۔ بصری حساب

اکثر علماء بصری حساب کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ اختلافات مطالع کو احادیث کی روشنی

میں نافذ کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں عالم اسلام میں ایک ہی دن عید اور رویت میں وحدت کی دعوت ضروری نہیں ہے۔ ثبوت رویت کا مسئلہ اسلامی ممالک کے دار الافتاء اور دارالقضا حل کر سکتے ہیں اور یہی عمومی مصلحت ہے اس سلسلہ میں وہ ان لوگوں کے دلائل کو تسلیم نہیں کرتے جو وحدت رویت کے قائل ہیں۔

اگرچہ واضح احادیث اختلاف مطالع کی دعوت دیتی ہیں تاہم تھوڑا سا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان دنوں ایک شہر سے دوسرے شہر جانا ایک ہی رات میں ممکن نہ تھا۔ اگر ممکن تھا تو ضرورت محسوس نہ کی جاتی تھی۔ اور ہر شہر کا ایک رویت کے حوالے سے زاویہ نگاہ شرعی ثبوت یعنی چاند دیکھنے پر تھا۔ اب یہ طے ہے کہ پورے ملک میں عید ایک ہو گی یعنی ہندوستان کی مثال لیں تو پنجاب اور بنگال میں ایک ہی دن عید ہوگی۔

پاکستان میں کراچی اور پشاور میں ایک ہی دن عید ہو گی چاہے مطلع مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ آج دنیا Global Village بن چکی ہے۔ شاید ایک ہی دن وقت کا اعتبار کرتے ہوئے پوری دنیا میں عید منائی جانے لگے۔ وقت کا انتظار ہے علم اور آراء آگے بڑھتی رہتی ہیں۔ اجتہاد کا عمل رک نہیں سکتا۔

۴۔ٹیسٹ ٹیوب بی بی

اولاد حاصل کرنے کے لئے مصنوعی بار آوری کے کئی طریقے ہیں۔

۱۔ اندرونی بار آوری کا طریقہ: مرد کے نطفہ کو عورت کے اندر مناسب مقام پر انجیکٹ (Inject) کر دیا جائے۔

۲۔ بیرونی بار آوری: مرد کے نطفہ اور عورت کے انڈے کو ایک ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ کر طبی لیبارٹری میں بار آوری کی جائے پھر اس بار آور انڈے کو عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے۔

۳۔ اس کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ بار آوری کے بعد اسے نطفہ والے مرد کی دوسری

بیوی کے اندر داخل کر دیا جائے جو اپنی سوتن کے بچہ کے لئے رضاکارانہ حمل کے لئے تیار ہو۔

تاہم مختلف احتیاطی تدابیر کرنا ضروری ہیں مثلاً:

۱۔ بے پردگی سے بچا جائے، معالج مسلم خاتون ہو، ورنہ غیر مسلم، وہ نہ ہوں تو قابل اعتماد مسلم ڈاکٹر، انتہائی مجبوری میں غیر مسلم ڈاکٹر تاہم معالج اور زیر علاج خاتون کے درمیان شوہر یا عورت موجود رہے۔

مصنوعی بار آوری ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی اگرچہ اور بھی شکلیں موجود ہیں لیکن انہیں فقہائے اسلام غیر پسندیدہ اور شرعی اصولوں کے خلاف سمجھتے ہیں۔

تیسری قسم پر اگرچہ علماء نے موافق رائے اختیار کی ہے لیکن علامہ رشید قبانی نے تیسری صورت میں جواز کا حکم دینے سے توقف کیا ہے۔

۵۔ قواعد فقہیہ

اجتہاد کی آبیاری کے لئے فقہاء نے خوبصورت اصول تحریر کئے ہیں۔ ان اصولوں کی بنیاد پر قانون سازی میں کافی مدد ملتی ہے۔ اگرچہ فقہاء کے نزدیک یہ اصول بذات خود ماخذ قانون نہیں ہیں تاہم یہ قانون کی طرف ایسا راستہ دکھاتے ہیں کہ اجتہاد کی راہیں خود بخود کھل جاتی ہیں۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ایسے 100 اصولوں کی تفصیل مرتب کی گئی ہیں اور ابن نجیم نے اپنی الاشباہ والنظائر میں بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

یہاں ہم ایک اصول کا ذکر کرتے ہیں جس کے تحت عصر حاضر کے علماء اعضاء کی پیوند کاری کو درست قرار دیتے ہیں۔

اصول

کسی نقصان کے ازالہ کے لئے اسی جیسے یا اس سے بڑے نقصان کو گوارا نہیں کیا جائے گا اور چونکہ ایسی صورت میں عضو کی پیشکش اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف

ہو گا جو شرعاً ناجائز ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی، رابطہ عالم اسلامی کے مطابق کسی زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے دوسرے انسان کے جسم میں لگا دینا جو اس کا ضرورت مند ہو اپنی زندگی بچانے کے لئے یا اپنے بنیادی اعضاء کے عمل میں کسی عمل کو واپس لانے کے لئے جائز عمل ہے جو عضو دینے والے کی نسبت سے اکرام انسان کے منافی نہیں ہے۔(۲۰)

معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر کی تحقیقات تیز رفتاری کے ساتھ اس جانب قدم بڑھا رہی ہیں کہ موجودہ زندگی کے تمام گوشوں کے سلسلے میں اسلام کا حکم ایسے انداز سے بیان کردیا جائے کہ علم و آگہی کی ہر شاخ کے بارے میں دین اسلام کے مخصوص نظریات کی وضاحت ہو سکے۔

اس سلسلے میں ایک اہم کام یہ ہے کہ تمام فقہی قواعد کو جمع کر کے اس انداز سے کام لیا جائے کہ ان کی روشنی میں پوری اسلامی شریعت کی سطح پر عمومی نظریات وضع کئے جاسکیں۔ اسی طرح شریعت کی ہر قسم اور ہر باب کی سطح پر بھی نظریہ سازی ہو سکے گی۔(۲۱)

ہمارے علماء نے بحیثیت مجموعی تین قسم کی صورتوں میں اجتہاد کی ضرورت کا ذکر کیا ہے:

۱۔ موقع و محل کے تعین میں اجتہاد

۲۔ نئے مسائل کی تحقیق کے لئے اجتہاد

۳۔ حکم اور مسئلہ کی صورت میں تو موجود ہے لیکن اس میں لوگوں کو مشقت پیش آتی ہے یا اس کا اصل مقصود فوت ہو چکا ہے اس لئے اجتہاد کے ذریعہ اس میں سہولت پیدا کرنا یا اس کو مفید بنانا۔

اجتہاد نئے مسائل کی تحقیق اور لوگوں کی مشقت دور کرنے کے لئے جاری رہنا چاہئے اور یہ کہ اجتہاد ان بنیادوں پر ہونا چاہئے کہ امت مسلمہ کو درپیش جدید مسائل کا حل دریافت ہو سکے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ قرآن و سنت یا اجماع سے جو صریحی احکام ثابت ہیں ان کے الفاظ و معانی میں

غور کیا جائے اور فقہا کے بیان کردہ طریقوں، اقتضاء، اشارہ، کنایہ وغیرہ کے تحت حکم دریافت کیا جائے۔

۲۔ نئے مسئلہ کے نظائر اور اس کے مشابہ احکام جو کہ حل شدہ ہیں ان میں علت نکالی جائے اور اس کی نوعیت و کیفیت پر غور کیا جائے پھر نئے مسئلہ کی علت دیکھی جائے اور نئے اور پرانے دونوں کی علت میں اتحاد ہے تو پہلے کا حکم اس نئے مسئلہ پر بھی نافذ کر دیا جائے۔ یہی طریقہ فقہاء کا رہا ہے۔

۳۔ نظائر اور مشابہ احکام نہ ملنے کی صورت میں مقاصد شریعت ضرورت اور مصلحت کو مقررہ اصول کے مطابق بنا کر نئے مسئلہ کا حل دریافت کیا جائے اس بارے میں شریعت کی جو مقررہ حدود ہیں ان کی پوری رعایت کرنے کے بعد ہی جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اصول وکلیات کے ذریعے استصلاح و استدلال وغیرہ کے جو طریقے فقہا نے بیان کئے ہیں اس کے ذریعے حل دریافت کیا جائے۔

غرض نئے مسائل کا حل ناممکن نہیں ہے۔ فقہائے کرام نے اتنا سرمایہ جمع کر دیا ہے کہ اس کے ذریعہ فقہ ہمیشہ ضروریات زندگی کا ساتھ دے سکتی ہے۔ البتہ اس کے لئے محنت، وسیع القلبی اور ادارتی اجتہادی صلاحیت کی ضرورت ہے اور اگر وقت کے اہم مسائل حل نہ کئے گئے تو ہوا و ہوس کا غلبہ ہو گا اور دین و شریعت کا صرف نام باقی رہے گا۔ جیسا کہ عیسائیت کے خلاف آج کل امریکہ اور سپین میں ہو رہا ہے۔(۲۲)

موجودہ دور میں اجتہاد کو جاری رکھنے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی صحابہ کرامؓ یا تابعین کے دور میں تھی حالانکہ وہ وقت تو آنحضورؐ سے بہت قربت کا دور تھا۔ ابن خلدون کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"جب ہم نے صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے قرآن و سنت سے

استدلال کے طریقوں پر غور کیا تو دیکھا کہ وہ نئے مسائل کو ان کے ہم مثل و مشابہ مسائل پر قیاس کرتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کے بعد کتنے ہی واقعات ایسے پیش آئے جو ثابت شدہ نصوص کے دائرے میں نہیں آتے تھے انہوں نے ایسے منصوص مسائل پر کچھ ایسی شرطوں کی بنیاد پر قیاس کیا جن سے دونوں طرح کے واقعات کا ہم مثل و مشابہ ہونا متعین ہو جاتا۔(۲۳)

تابعین کے ہاں تین مصادر تھے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ۔ لیکن بعض حضرات ایسے تھے جو نص شرعی نہ ہونے کی صورت میں مصلحت شرعی کو بنیاد بنا کر حکم شرعی کا استنباط کرتے تھے۔(۲۴)

امام ابو حنیفہؒ قرآن، حدیث، صحابہؓ کے فیصلوں کے بعد ایک واضح نہج رکھتے تھے۔ آپ قیاس کے باب میں کھل کر بحث و مباحثہ کرتے لیکن جب آپ دلیل استحسانی پیش کرتے تو سب شاگرد خاموش ہو جاتے۔ احناف نے عرف کا بھی اضافہ کیا عام کی قطعی دلالت پر زور دیا۔ ایسی اخبار آحاد جو قرآن کے عموم کے خلاف ہوتیں رد کر دیتے کہ اخبار احاد ظنی ہیں۔

امام مالکؒ کا طرز عمل یہ تھا کہ اگر کوئی بات (حدیث) دین کے کسی معروف بنیادی قاعدہ سے متعارض ہوتی تو اسے رد کر دیتے بعد میں علمائے مالکیہ نے استحسان اور مصالح مرسلہ کا اضافہ کیا۔ فتح ذرائع اور سدّ ذرائع کا اصول، فقہ میں شامل کیا اور مقاصد کو بنیاد بنایا۔ شریعت کی بنیاد ضروریات، حاجیات اور تحسینات تینوں درجوں کی حفاظت پر رکھی گئی ہے اور یہ تینوں وجوہات شریعت کے ابواب و دلائل میں بکھری ہوئی ہیں جس طرح کلیات (قرآن، سنت، جماعت، قیاس) کا اعتبار کیا جاتا ہے اس طرح جزئیات کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ "شریعت میں کوئی ایسی خبر نہیں آ سکتی جو واقعہ کے خلاف

ہو۔" اب دیکھا گیا ہے کہ قرآن کی رو سے شہد لوگوں کے لئے باعث شفا ہے لیکن اطبا نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ بعض وجوہ سے اس میں کچھ ضرر بھی ہے۔ اب شریعت کے قاعدہ کلیہ کو سامنے رکھ کر علماء نے یہ حکم لگایا کہ شہد اس شخص کے لئے مضر ہے جس پر صفرا غالب ہو لیکن جس کے اندر یہ مرض نہ ہو اس کے لئے شفا بدستور ہے۔(۲۷)

نصوص کی وضاحت یا ان کو مزید سمجھنا قواعد فقہیہ کا محتاج رہا ہے۔ موجودہ دور میں ان کو بنیاد بنا کر اجتہاد کو وسعت دی جاسکتی ہے۔

یہاں چند قواعد فقہیہ کا ذکر ضروری ہے جن کو بنیاد بنا کر فقہاء نے قانون سازی کی اور اب بھی انہی اصولوں کو بنیاد بنانا ہوگا۔ تاہم اکثر فقہاء اور اصولیین کا یہ خیال ہے کہ یہ قواعد فقہیہ اصول الفقہ کی جگہ نہیں لے سکتے۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو تمام فقہاء نے انہی اصولوں کی بنیاد پر قانون سازی کی۔ یہ اصول کئی اقسام میں منقسم ہیں انہی کے ذریعے فقہ میں مراتب اجتہاد تک پہنچنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور حقیقت میں یہ قواعد اصول فقہ بھی ہیں۔ صرف نظریاتی حد تک کچھ فقہاء انہیں اصول الفقہ سے علیحدہ گردانتے ہیں بہرحال ان کی مختلف اقسام کتابوں میں بکھری پڑی ہیں۔

۱۔ فن فروق: اس قسم میں باریک فرقوں اور موثر معانی کی وضاحت کی جاتی ہے۔

۲۔ فن اشباہ و نظائر: اس میں ایسے فروعی مسائل جن کے احکام باہم یکساں ہوتے ہیں انہیں ان قواعد کے تحت درج کیا جاتا ہے۔

۳۔ الفروع علی الاصول: فقہی جزئیات و فروعات کا اصول وکلیات سے تعلق بیان کیا جاتا ہے۔ نیز وہ اصول بیان کئے جاتے ہیں جو فقہاء کے مابین اختلافی مسائل کی بنیاد ہوتے ہیں۔

۴۔ سلسلہ: مسائل کا ایک دوسرے پر مبنی ہونا سلسلہ کہلاتا ہے۔

۵۔ مقاصد شریعت: یہ وہ اصول ہیں جن کا شارع نے قانون سازی میں اعتبار کیا ہے

اور اجتہاد و قیاس کی بنیاد ہوتے ہیں۔

۶۔ فقہی معمے: یہ وہ فقہی مسائل ہیں جن کے احکام کی علتوں کو قصداً پوشیدہ رکھا جاتا ہے تاکہ مخاطب کی فقہی بصیرت کو آزمایا جائے۔

۷۔ فقہی حیلے: یہ ان لوگوں کے لئے جو کسی دینی امر میں مبتلا ہوں چھٹکارے کا ایک شرعی طریقہ ہے بعض لوگ اسے مخارج کہتے ہیں (نکلنے کے راستے)۔(۲۶)

ان کتب میں جو اصول بکھرے پڑے ہیں ان کی نوعیت اور موضوع کے اعتبار سے درج ذیل قسمیں نکلتی ہیں۔

-i اصولی قواعد -ii کلامی قواعد

-iii لغوی قواعد -iv فقہی قواعد

امام عز الدین عبد السلام (۶۶۰ھ) نے تمام فقہی قواعد و فروعات کو دو قاعدوں کی طرف لوٹایا ہے (ا) جلب منفعت (۲) دفع مضرت۔ مختلف علماء کی آراء کو اگر اکٹھا کر دیا جائے تو پانچ ایسے مقولے ہیں جن کو اصل قواعد قرار دیا جا سکتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ **الیقین لا یزول بالشک** یقین شک سے زائل نہیں ہوتا

۲۔ **المشقة تجلب التیسیر** مشقت آسانی کو کھینچتی ہے

۳۔ **الضرر یزال** نقصان کو دور کیا جائے

۴۔ **العادة محکمة** عادت کے مطابق حکم لگایا جائے

۵۔ **الامور بمقاصدھا** اعمال کی حیثیت مقاصد کے اعتبار سے ہوگی

چند مزید قواعد کا تذکرہ بھی ذیل میں کیا جاتا ہے، یہ قواعد بے شمار اور مختلف اقسام سے متعلق ہیں۔

ا۔ امور، درستگی اور اصلاح پر محمول ہونگے تاوقتیکہ اس کے خلاف ظاہر ہو جائے۔

۲۔ سوال اور خطاب میں غالب مفہوم کا اعتبار ہوگا۔

۳۔ اذا بطل الخصوص بقی العموم جب خصوص ختم ہوجائے تو عموم باقی رہتا ہے۔

۴۔ درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے۔

۵۔ ماجتمع الحلال والحرام الا وغالب الحرام جب حلال و حرام دونوں جمع ہوں تو حرام کے اعتبار سے حکم ہو گا۔

۶۔ القادر علی الیقین لا یعمل بالظن جو یقین پر قادر ہو وہ ظن پر عمل نہیں کرے گا۔

۷۔ ماثبت بالشرع اولیٰ ماثبت بالشرط جو چیز شرع کی بنیاد پر ثابت ہو وہ اولیٰ ہے اس سے جو شرط کی وجہ سے ثابت ہو۔

۸۔ الرخص لا تناط بالمعاصی شرعی رخصت معاصی میں حاصل نہیں ہوتی۔

۹۔ اعمال الکلام اولیٰ من اھماله کلام کو بامعنی بنانا اس کو لغو اور مہمل کر دینے سے اولیٰ ہے۔

۱۰۔ الفرض افضل من النفل فرض نفل سے افضل ہے۔

۱۱۔ الواجب لا یترک الابواجب واجب دوسرے واجب ہی کی وجہ سے چھوڑا جا سکتا ہے۔

۱۲۔ اذا تعارض الواجب والمحظور یقدم الواجب جب واجب اور ممنوع میں تعارض ہو تو واجب کو مقدم کیا جائے گا۔

۱۳۔ الاجتهاد لا ینقض بالاجتهاد ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے نہیں ٹوٹتا۔

۱۴۔ حقوق اللّٰه تعالیٰ مبنیة علی المسامحة اللہ تعالیٰ کے حقوق آسانی پر مبنی ہیں۔

۱۵۔ الضرورات تبیح المحظورات ضرورت ممنوعات کو مباح بنا دیتی ہے۔

۱۶۔ الفرض لا یوخذ علیه عوض فرض پر اجرت نہیں لی جاتی۔

۱۷۔ ماثبت بیقین لا یرتفع الابیقین جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ یقین سے ہی زائل ہو گی۔

۱۸۔ الخراج بالضمان نفع ذمہ داری کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

۱۹۔ ایسا ظن جس کی غلطی واضح ہو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔

۲۰۔ تابع تابع ہی رہتا ہے اصل نہیں ہوتا۔

۲۱۔ ماکان اکثر فعلاً کان اکثر فضلاً کام کی مقدار جتنی زیادہ ہو گی اس کی فضیلت بھی اس قدر ہو گی۔

۲۲۔ الشبهة تسقط الكفارة شبہات کفارہ کو ساقط کر دیتے ہیں۔

۲۳۔ الجزاء يسقط بالشبهة سزا شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

۲۴۔ المبنی علی الفاسد فاسد جو چیز فاسد پر مبنی ہے وہ خود بھی فاسد ہو گی۔

مذکورہ قواعد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ عصر حاضر کے مصنفین نے ان کوششوں میں شرح و بسط کے حوالے سے اضافہ کیا ہے۔ استاد مصطفیٰ احمد زرقاء اور شیخ محمد الحسین آل کاشف الغطاء نے کچھ نئے قواعد کا اضافہ بھی کیا ہے۔(۲۷)

خلاصہ کلام

جہاں تک تمام قواعد فقہیہ کے احاطہ کا تعلق ہے اس پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارا ابھی تک یہ مسئلہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کھل جانے کے باوجود، اجتہاد کا عمل موقوف نظر آتا ہے کیونکہ چند صدیوں تک اسلامی زندگی میں جمود آ جانے کی وجہ سے جو عملی و تہذیبی خلا پیدا ہو گیا ہے اسے پر کرنے کی تراکیب نہیں سوجھ رہی ہیں۔ اس گھاٹی کو کس طرح پار کرنا ہے، اسلام کے زیر سایہ کس طرح زندگی گزارنی ہے اسلام کو چھوڑ کر مغرب کی پیروی کرنی ہے یا مغرب کو مسترد کر کے اپنے آپ کو اسلام کے دروازے تک محدود رکھنا ہے یا پھر سائنسی اور تکنیکی مہارت حاصل کرنی ہے اور اسلام کے علمی سرمایہ کی حفاظت کرنی ہے اور مصالح کا خیال رکھنا ہے؟ ان سوالوں کا جواب طے کرنا ہو گا۔

اس سلسلہ میں شاطبی کے موافقات کو سامنے رکھنا چاہیئے اور حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں جن اصولوں کا خیال رکھا تھا ان کو بنیاد بنانا ہو گا۔ استحسان، مصالح، ضرورت، عرف،

قواعد فقہیہ، حالات و واقعات کی رعایت کے ساتھ اجتہاد کو ایک قدم اٹھانا ہوگا۔

علامہ اقبال کے فلسفہ اجتہاد یعنی Principle of Movement کو بھی جگہ دینی ہوگی۔ اب یہ ساری بحثیں ختم ہو جانی چاہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے یا کھلا، اجتہاد کی ضرورت ہے یا نہیں، اجتہاد کی صلاحیت لوگوں میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ مختلف فقہ اکیڈمی (ہندوستان، سعودی عرب، پاکستان، مصر) اس سلسلے میں خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کے کام کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے لیکن اس کی سفارشات کو حکومتی سطح پر پذیرائی ملنے میں شاید وقت لگے گا۔ تاہم ہم ایسا ہونے کی صورت میں اجتماعی طرز عمل متعین کرنے میں مدد مل سکے گی۔

اجتماعی اجہاد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ "تلفیق" کے اصولوں پر کام کرتا ہے۔ اس میں تمام فقہاء کے اجتہادات اور فرمودات سے یکساں استفادہ کیا جاتا ہے۔ زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ نقطہ نظر سامنے آئے جو عصری تقاضوں کو پورا کرے اور اس سے پوری امت مسلمہ رہنمائی حاصل کر سکے گی۔

قواعد فقہیہ کے مطالعہ سے نئے پیش آمدہ مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے اور تخریج مسائل میں مدد ملے گی۔

ابن نجیم کا بھی یہی خیال ہے کہ "ان قواعد کے ذریعہ فقیہ درجہ اجتہاد تک ترقی کر جاتا ہے۔"(۲۸)

☆......☆......☆

حوالہ جات

۱۔ شاطبی، ابو اسحق: الموافقات۔ ج ۴ (کتاب الاجتہاد)

۲۔ فضل الرحمٰن، ڈاکٹر: اسلام اور جدیدیت۔ مترجم محمد کاظم۔ مکتبہ جدید پریس، لاہور۔ ۱۹۹۸ء، ص ۳۰

۳۔ القرآن (سورۃ التوبۃ :۱۲۲)

۴۔ ابوداؤد، کتاب الاقضیہ، باب الاجتہاد الرائی فی القضاء

یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود نہیں ہے۔ ابن قیم اور ابن عربی کے نزدیک اگر روایتی اعتبار سے اسے ضعیف تسلیم کیا جائے تو درایتی اعتبار سے یہ ضعیف نہیں ہے۔

۵۔ ایضاً، ص ۱۰۳

۶۔ (i) اکرم رانا، ڈاکٹر: Hamdard Islamicus۔ بیت الحکمت، ۱۹۹٦ء، No. 4، ص ۵۲

(ii) میکڈونلڈ: Development of Muslim Theology۔ نیویارک: رسل اینڈ رسل۔ ۱۹٦۵ء ص ٦۹

۷۔ العلوانی، طہ جابر: اصول فقہ اسلامی۔ قاضی پبلشرز، نئی دہلی۔ ص ۱۰۰

پورا مکتوب اعلام الموقعین میں موجود ہے۔

۸۔ الشافعی، محمد بن ادریس: الرسالۃ

۹۔ العلوانی، طہ جابر: اصول فقہ اسلامی۔ ص۱۶

۱۰۔ ندوی، مولانا محمد حنیف: مسئلہ اجتہاد ۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔ ص ۱۶۶

۱۱۔ (i) خصری: اصول الفقہ ۔ مطبع الرحمانیہ، ص ۳۹۱

(ii) وھبہ الزحیلی: اصول الفقہ ۔ ۲۷، ص ۴۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۱

۱۳۔ جوینی، امام الحرمین: البرہان۔ فقرہ ۱۱۷

۱۴۔ ابن حجر: الاصابۃ ۔ ج ۴، ص ۱۲۲

۱۵۔ ولی اللہ: حجۃ البالغۃ ۔ ج۱، ص ۲۰۵

۱۶۔ اصول فقہ اسلامی۔ ص ۲۸

۱۷۔ شاخت نے وضاحت کے ساتھ اس لقب کا ذکر کیا ہے۔

۱۸۔ الموافقات ۔ المقاصد الشریعہ

۱۹۔ قاسمی، مجاہد الاسلام: عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل ۔ ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی۔ ص ۳۰

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۵۷

۲۱۔ جمال الدین عطیہ: فقہ اسلامی کی نظریہ سازی۔ ص۲۲۴

۲۲۔ تقی امینی: اجتہاد۔ ص ۳۵۶

۲۳۔ ابن خلدون: مقدمہ۔ ص ۴۵۳

۲۴۔ جمال الدین عطیہ: فقہ اسلامی کی نظریہ سازی۔ ص ۱۶

۲۵۔ شاطبی: الموافقات ۔ ج ۴، ص ۵

۲۶۔ (i) کرابیسی: کتاب الفروق۔ مقدمہ زنجانی، کتاب الفروع علی الاصول، مقدمہ

(ii) جوینی، کتاب السلسلہ

(iii) خضری، اصول الفقہ، ص ۱۱

(iv) ابن نجیم، ص ۴۰

۲۷۔ جمال الدین عطیہ: فقہ اسلامی کی نظریہ سازی۔ ص ۸۵

۲۸۔ ابن نجیم: الاشباہ والنظائر۔ ص ۲۵